پروفیسر مقبول احمد صاحب قاضی

ایران میں شیعہ سلطنت کا قیام

تاریخی پس منظر:- ایران تاریخ عالم کے قدیم ترین ممالک میں سے ہے۔ اس کا قدیمی اور تاریخی نام "فارس" ہے عہد نبوت سے قبل اس کا سرکاری مذہب آتش پرستی تھا۔ ملک بھر میں جا بجا بیوت النار یعنی آتش کدے بنے ہوئے تھے جہاں لوگ آگ کی پوجا کیلئے حاضری دیا کرتے تھے۔ بخت نصر جس نے بیت المقدس کی تعمیر کے تقریباً آٹھ سو سال بعد اس کو تاخت و تاراج کیا تھا اس میں موجود بڑے بڑے ہیاکل کو آگ لگا کر نیست و نابود کیا تھا اور جس نے بنی اسرائیل قوم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی دراصل ملک فارس کے بادشاہ ہی کا ایک نمائندہ اور علاقائی گورنر تھا بعد میں بنی اسرائیل نے فارسی بادشاہ بہمن کے تعاون اور مدد سے ہی بیت المقدس کو دوبارہ تعمیر کیا تھا۔ نوشیرواں عادل بھی ایران ہی کا بادشاہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس کا پوتا پرویز ملک ایران کا تاجور تھا۔ یہ شخص بڑا مغرور اور زور آور تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خط کو چاک کر دیا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اسلام کی دعوت کے سلسلہ میں ارسال فرمایا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ پرویز نے اس خط کو پھاڑ دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ملک ایران کے اس متکبر اور مغرور تاجدار کے خلاف یہ دعا کی کہ اے اللہ جس طرح اس نے میرے خط کو پھاڑا ہے اسی طرح ان کی جمعیت کو بھی پارہ پارہ کر دے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور جلد ہی ملک ایران میں انارکی پیدا ہوگئی۔ پرویز مرگیا۔ اس کا بیٹا وارث تخت بنا۔ اس نے کل آٹھ ماہ حکومت کی اور اس دوران اس نے اپنے ۱۵ بھائیوں کو قتل کروا دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا اردشیر تخت نشین ہوا مگر وہ بھی ایک درباری کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ یہ قتل و غارت جاری رہی حتی کہ یزدگرد کو جو کہ ایک کم سن بچہ تھا اسے تخت پر بٹھا دیا گیا۔ لیکن کاروبار حکومت چلانے کے لیے عارضی طور پر پوران دخت کو تخت نشین کیا گیا تاکہ جب یزدگرد جوان ہو تو وہ تاج و تخت اس کے حوالے کر دے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ ایرانیوں نے ایک عورت پوران کو تخت نشین کر دیا ہے تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ہی یہ فرمایا تھا کہ جس قوم نے اپنا نظامِ حکومت عورت کے ہاتھ میں دے دیا وہ کبھی کامیاب نہ ہوگی۔

ایران کی فتح :- پوران دخت کے تخت نشین ہونے کے بعد ملک میں مزید انارکی پھیل گئی۔ اور جابجا بدامنی پیدا ہوگئی۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ قبائل نے علمِ بغاوت بلند کر دیا اور اس طرح اسلامی افواج کے لیے فتح ایران کا راستہ ہموار ہوگیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہی مثنیٰ شیبانی نے آپ کی اجازت سے عراق عرب کا رخ کیا اس سے ایرانی چونک گئے۔ چنانچہ پوران نے رستم وزیر حرب مقرر کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے سب سے پہلے عراق کی مہم پر توجہ مبذول فرمائی۔ آپ نے ابوعبید کی سپہ سالاری میں فوج روانہ کی۔ ابوعبید نے پے درپے ایرانیوں کو شکستِ فاش دی۔ لیکن فرات کے کنارے جو معرکہ آرائی ہوئی اس میں اسلامی سپاہ شکست کھا گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس شکست کا بے حد صدمہ ہوا۔ آپ نے تازہ دم افواج جمع کر کے محاذ پر بھیجنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ آخر کار بویب کے مقام پر رمضان ۱۳ھ کو ایک معرکہ بپا ہوا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سرخرو کیا اور فارسی شکست کھا کر بھاگ نکلے اور اس معرکہ کے بعد مسلمانوں کے قدم عراق میں پوری طرح جم گئے۔

تاریخ اسلام کی مشہور و معروف جنگ جسے جنگِ قادسیہ کہا جاتا ہے وہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہی مسلمانوں اور فارسیوں کے مابین لڑی گئی۔ بقول مؤرخ ابن خلدون اس جنگ میں ایرانیوں نے اپنی پوری قوت اور پوری سپاہ جھونک دی جس کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز تھی۔ یہ جنگ تین دن تک لڑی گئی۔ جہاں ہزاروں ایرانی اس میں کام آئے وہاں ہزاروں مسلمانوں نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔ یہ جنگ محرم الحرام ۱۴ھ کو لڑی گئی۔ اس جنگ میں مسلمان فوج کے سربراہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے بوجہ معذوری اس میں شرکت نہ فرمائی لیکن ایک بلند مقام پر بیٹھ کر اسلامی فوج کو کامل مہارت اور بصیرت سے لڑاتے رہے اس جنگ میں مشہور شاعر ابومحجن ثقفی نے قید خانہ سے نکل کر وہ دادِ شجاعت دی کہ خود حضرت سعد رضی اللہ عنہ حیران رہ گئے۔ اس جنگ میں عرب کی مشہور شاعرہ خنساء نے اپنے چار لختِ جگر بیک وقت راہ خدا میں شہید کروائے اس جنگ میں صرف ایک دن میں تقریباً دو ہزار مسلمان اور دس ہزار ایرانی مقتول یا مجروح ہوئے۔ جنگ کے آخری دن جسے یوم العماس کہا جاتا

ہے اس زور کا رن پڑا کہ نعروں کی گونج سے زمین دہل دہل جاتی تھی ۔ آخر کار اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتح دی اور ایرانی نیست و نابود ہو گئے ۔

یہ جنگ اس قدر اہم تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب سے یہ شروع ہوئی تھی ہر روز سورج نکلتے ہی مدینہ سے باہر نکل جاتے اور قاصد کی راہ دیکھتے ، ایک دن قاصد آہی گیا ۔ مگر اسے معلوم نہ تھا کہ یہ عمر رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہیں ۔ وہ اونٹ پر سوار تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی رکاب پکڑے ساتھ ساتھ دوڑے چلے جا رہے تھے ۔ چشم فلک نے دنیا کی تاریخ میں یہ نظارہ کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ ایک عظیم قوم اور عظیم مملکت کا سربراہ اس طرح قاصد کے ساتھ ساتھ بھاگ رہا ہے یہ مثال صرف اسلامی تاریخ ہی پیش کر سکتی ہے ۔ بہر حال جب آپ مدینہ کے قریب آئے اور لوگوں نے آپ کو امیر المومنین کے خطاب سے بلانا شروع کیا تو شتر سوار قاصد گھبرا گیا اس نے کہا آپ نے مجھے پہلے کیوں نہ بتا دیا کہ آپ ہی عمر امیر المومنین ہیں ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسکو تسلی و تشفی دی اور کہا کہ تم خوشخبری سنانا جاری رکھو ۔ چنانچہ اسی طرح گھر تک آئے ۔ مجمع میں فتح کی خوشخبری سنائی ۔ اس کے بعد ۱۶ھ کو بغداد کے قریب جلولاء مقام پر مسلمانوں کی ایرانیوں کے ساتھ آخری ٹکر ہوئی ۔ مورخ طبری کے بقول اس جنگ میں ایک لاکھ کے قریب آدمی قتل ہوئے اور تین کروڑ سے زیادہ کا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا ۔ اس کے بعد مسلمان پورے ملک پر قابض ہو گئے ۔ اور ایرانیوں کا غرور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاک میں مل گیا ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت سے لے کر مغل تاجدار خربندہ یا خدا بندہ تک ایران میں اہلِ سنت کی حکومت رہی اور ان ہی کا سکہ وہاں چلتا رہا ۔

ملک ایران کی یہ مختصر تاریخ اس لیے بیان کی گئی ہے تاکہ قارئینِ کرام کو اندازہ ہو سکے کہ جو ملک اس کا عظیم الشان قربانیوں اور لاتعداد مسلمانوں کے خون کا نذرانہ دے کر حاصل کیا گیا تھا اور جہاں کم و بیش چھ ساڑھے چھ سو سال تک اہلِ سنت کی حکومت رہی آخر وہ ملک کس طرح پکے ہوئے پھل کی طرح اہلِ تشیعہ کی گود میں جا گرا ۔ یہ داستان المناک بھی ہے اور افسوسناک بھی کہ اس جرم کے کردار کوئی غدارانِ قوم و ملت نہیں اور نہ ہی یہ کسی سیاسی بے بصیرتی کا نتیجہ ہے بلکہ اس جرم کے مرتکب صرف وہ علماءِ کرام ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی بے بصیرتی اور ناعاقبت اندیشی کی بدولت ایک شرعی فتوٰی میں اس قدر فقہی جمود اور ہٹ دھرمی کا ثبوت دیا کہ انہوں نے پوری مملکت ہی اہلِ سنت کے ہاتھوں سے گنوا دی ۔ ہوا یوں کہ مملکت ایران کے ایک سنی بادشاہ

غیاث[1] الدین محمد نے جو کہ ایک منگولی نسل کا حکمران تھا۔ اس نے ایک دن غصہ میں آکر اپنی چہیتی اور محبوب بیوی کو بیک وقت دبیک حکم تین طلاقیں دے دیں۔ مگر پھر جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے وہ اپنے اس فعل پر سخت نادم ہوا۔ اور انتہائی پریشانی و پشیمانی کے عالم میں اس نے علماء اہلِ سنت سے فتویٰ پوچھا۔ انہوں نے وہی رٹارٹایا جواب دیا کہ حضور اب تو تینوں طلاقیں ہوگئی ہیں۔ اور حلالہ کے بغیر اب آپ دوبارہ اس کو اپنے عقد میں نہیں لے سکتے۔ ممکن ہے کسی باذوق مقلد نے اس خدمت کیلئے اپنی خدمات بھی پیش کی ہوں مگر تاریخ میں اس بات کا ذکر نہیں۔ غیاث الدین محمد کو یہ سن کر بہت رنج ہوا۔ اور وہ یہ قبیح حرکت کرنے پر آمادہ نہ ہوا۔ آخر اس کی رگوں میں چنگیز اور ہلاکو خاں کا خون دوڑ رہا تھا وہ یہ بے غیرتی اور دیوثی کیسے برداشت کرسکتا تھا۔ آخر کار اس کے ایک شیعہ درباری نے اسے مشورہ دیا کہ وہ اس سلسلہ میں مشہور رافضی ابن مطہر سے رابطہ قائم کرے۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر ابن مطہر کو طلب کیا۔ اس نے ساری بات سنی اور فتویٰ دیا کہ طلاق واقع نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس میں طلاق شرعی کی شرائط مفقود ہیں۔ اس نے اہل سنت علماء کو بھی بلایا اور ابن مطہر کے ساتھ ان کا مناظرہ کرایا۔ ابنِ مطہر نے ان سب کو لاجواب کر دیا اور اپنا سا منہ لے کر رہ گئے چنانچہ اس نے اسی وقت ابنِ مطہر کو قربِ خاص سے نوازا۔ اپنے شیعہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور حکم دیا کہ اس کی سلطنت میں منبروں پر ائمہ اثنا عشر کے اسماء خطبہ میں پڑھے جائیں اور سکہ رائج الوقت پہ بھی اس نے ان کے اسماءِ گرامی نقش کروا دیئے۔ اور تمام مساجد کی دیواروں پہ بارہ ۱۲ اماموں کے نام لکھوا دیئے۔ اور اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے پورا ملک ایران شیعیت کی گود میں جاگرا۔ اگر یہ عاقبت نااندیش مقلد ذرا بھی عقل سے کام لیتے تو اسے ایک طلاق قرار دیکر خربندہ کی مشکل حل کرسکتے تھے۔ اصل شرعی مسئلہ بھی یہی تھا مگر فقہی تعصب اور فکری جمود نے ان کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا اور اہلِ سنت کو وہ قابلِ تلافی نقصان پہنچا یا کہ وہ اب تک ان کی اس غلطی کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ اگر ان لوگوں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ اپنے فقہی مذاہب سے ہٹ کر خربندہ کو فتویٰ دے سکتے۔ تو انہیں چاہیے تھا کہ وہ بادشاہ کو شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ[2] کے گھر کی راہ دکھا دیتے اور شیخ الاسلام سے فتویٰ لے کر اس کی مشکل حل کر دیتے۔ اس واقعہ

[1] اس کا پورا نسب یوں ہے۔ غیاث الدین محمد ابن ارغون شاہ بن اباقا خاں بن ہلاکو خان بن تولوی خان بن چنگیز خان۔

[2] امام ابنِ تیمیہؒ کا یہ نظریہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں، ایک طلاق شمار ہوتی ہے حضور اور حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں بھی یہی دستور رہا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو تین سالوں میں بھی اسی پہ عمل رہا۔

سے ان لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہییں جو یہ سمجھتے ہیں کہ مذاہب اربعہ کا کسی مسئلہ پر اتفاق امت کے لیے باعث رحمت ہے۔ خدا معلوم آج تک ان حضرات نے کتنے گھروں کو برباد کیا ہے کتنے خاندانوں کو رسوا کیا ہے اور کتنی عورتوں کو حلالہ کی گندگی سے ملوث کیا ہے؟ کیا یہی وہ مقاصد شریعت ہیں جن کی تکمیل اس طرح کے فتوی دے کر کی جا رہی ہے اسلام نے جو آسانی وسعت اور رحمت روا رکھی تھی ان لوگوں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ تشدد، تنگی اور بلائے جان کی صورت اختیار کر گئی ہے۔

علامہ کوثری کی غلط بیانی: اس موقعہ پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ترکی نژاد اور مصری حنفی عالم علامہ محمد زاہد الکوثریؒ کی اس کذب بیانی کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرائی جائے۔ جو انہوں نے مقالات کوثری میں کی ہے۔ کوثری نے لکھا ہے کہ ایران میں شیعہ سلطنت کے قیام کی ذمہ داری (شیخ الاسلام) ابن تیمیہؒ پر عائد ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے ابن مطہر رافضی کی کتاب منہاج الکرامۃ کے جواب میں منہاج السنۃ یا منہاج الاعتدال لکھی اور اس سے اہل تشیع میں اضطراب پیدا ہوا اور اس طرح ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تصنیف سے ایران میں شیعہ سلطنت قائم ہو گئی۔ کوثری مرحوم کا یہ اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ یہ سن کر تو ابلیس نے بھی مارے ندامت کے سر جھکا لیا ہو گا۔ ایسے کوثری مرحوم کے نزدیک علماء اہلحدیث کے خلاف جھوٹ بولنا اور انہیں بدنام کرنے کے لیے کذب بیانی سے کام لینا بڑی معمولی بات ہے ہمارے علم میں ایک نہیں متعدد ایسے واقعات موجود ہیں جہاں کوثری مرحوم نے صریحاً نہ صرف جھوٹ بولا ہے بلکہ ان ائمہ کی عبارات تک میں تحریف و تبدل کیا ہے۔ انہی کذب بیانیوں میں سے ایک یہ ہے جس کا ملک ایران سے تعلق ہے۔ چونکہ اس گناہ کے مرتکب مقلد ہوتے تھے لہٰذا کوثری نے حقائق کو چھپاتے ہوئے یہ الزام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر لگا دیا کہ ایران میں شیعہ مملکت ابن تیمیہؒ کی وجہ سے قائم ہوئی۔

كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا۔